بادِ بہاری
موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۶
مرتبہ
نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحیم

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "منفرد قوافی رنگ" کے زیرِ اہتمام
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۳۰۶ بتاریخ ۲۶ رفروری ۲۰۲۲ء پر مبنی برقی کتاب

بادِ بہاری

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۶

گروپ منتظمین:

مرتب:

نوید ظفر کیانی

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/173610905663461 6/

فہرست

پیش رس

بادِ بہاری

یوں سبیلِ حرف سے احساس جاری کر چلے
ہم غزل کہتے ہوئے بھی نظم کاری کر چلے
رت بدل کر چل دیے، گزرے خزاں کو چھوڑ کر
موجۂ صرصر کو بھی ، باد بہاری کر چلے

موسمِ بہار اپنی رعنائیوں کے ساتھ جذبات و احساسات کے شگفتہ پیراہن کو رنگ و نور سے منور کرتا عروج پر ہے۔ ابرو باراں سے بادِ بہاری تک چشمۂ ادراک سے سبیلِ حرفِ احساس کشیدہ کیے ہوئے ہے۔ موسمِ گل کی مہک دل و دماغ کو سرسبز و شاداب کیے ہوئے ہے۔ سرسوں کے پیلے رنگ، بسنت بہار میں نیلے نیلے اودے اودے، کاسنی، جامنی اور بنفشی رنگ اپنا جوبن دکھا رہے ہیں۔ ایسے حسین موسم میں غزل داری سے نظم کاری تک تخلیقی رنگ موج غزل کو مہمیز کیے ہوئے ہیں اور پر عزم ہیں کہ ؎

محبت میں غزل داری کریں گے
سخن ور ہیں، سخن کاری کریں گے

موج غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۳۰۶ غیر طرحی منفرد قوافی رنگ میں خوب صورت کلام تخلیق کیا گیا۔ نئے اور پرانے لکھنے والوں کی کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔ یہ خوب صورت رنگ برقی صورت میں پیشِ خدمت ہے جسے نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بیناؔ نے عدیمانہ و حاسبانہ (ڈیجیٹل اور کمپیوٹرائزڈ) مشاقگی سے تدوین کیا ہے۔ تمام اہلِ موج غزل اور انتظامیہ کو ہدیۂ تبریک۔ اللہ موج غزل کا ادبی سفر بامراد فرمائے۔ آمین۔

ہاشم علی خان ہمدم
منتظم موج غزل ادبی فورم

اسیرؔ ایاز

عشق میں انکاری نہ کرنا کبھی
دِل پہ فرقت کو طاری نہ کرنا کبھی

وصل کی شب ملے زندگی میں اگر
وصل میں ناگواری نہ کرنا کبھی

حاکمِ حسن تم عشق کے شہر میں
وقت فرقت کا جاری نہ کرنا کبھی

واسطہ جوڑ کر عشق کے ساتھ تم
اپنی دِل پھر سے پیاری نہ کرنا کبھی

تیرگی کے کڑے دشت میں دل مرے
عشق کی بُوٹا کاری نہ کرنا کبھی

مجھ کو بیمارِ الفت بنا کر اسیرؔ
زندگی سوگواری نہ کرنا کبھی

انعام الحق معصومؔ صابری

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

موسمِ گُل ہے ، لالہ زاری ہے
کس کی آمد نے رُت بہاری ہے

ہر طرف روشنی کا عالم ہے
اُن ﷺ کے چہرے کی آب داری ہے

مطمئن امتی ہیں آقا ﷺ کے
یہ شفاعت کی طرح داری ہے

ذکرِ آقا ﷺ لبوں پہ آیا ہے
دل پہ میٹھا سا وجد طاری ہے

جب پڑھا ہے درود محفل میں
چشمۂ نور دِل سے جاری ہے

نعت کہنے سے چلنے لگتی ہے
دل کی دھڑکن میں بے قراری ہے

نقشِ نعلین سر پہ رکھا ہے
کیسی معصومؔ وضع داری ہے

ایم یاسین آرزو

بادِ بہاری

دیکھ خزاں ہے ہاری جاناں
سبز رُتوں سے یاری جاناں
بادِ نسیم سواری جاناں
زلف کُھلی ہے تمہاری جاناں
یا ہے بادِ بہاری جاناں

لہرایا ہے سبزہ دیکھو
سر سبز ہر رستہ دیکھو
گلشن ہے گل دستہ دیکھو
رُت نے زلف سنواری جاناں
یا ہے بادِ بہاری جاناں

چڑیوں کی چہکار تو دیکھو
بلبل کی بھی پکار تو دیکھو
جوبن پر ہے بہار تو دیکھو
گُل خوشبو کا بھکاری جاناں
یا ہے بادِ بہاری جاناں

پتّوں پہ نکھار آیا دیکھو
پھولوں پر پیار آیا دیکھو
دل کو ہے قرار آیا دیکھو
مستی رُت نے اُبھاری جاناں
یا ہے بادِ بہاری جاناں

ایم یاسین آرزو

زندگی اُدھاری ہے
پھر بھی یار پیاری ہے

ہم پہ رات بھاری ہے
رو کے شب گزاری ہے

دستِ یار میں خنجر
تاک میں شکاری ہے

کہہ دیا طبیبوں نے
دل پہ ضرب کاری ہے

ہوگئی ہے روشن شب
زلف کیا سنواری ہے

چاند تم سے ہے روشن
بات کیا تمہاری ہے

جان در تمہارے کا
آرزوؔ بھکاری ہے

ایم یاسین آرزو

عمر بھر ہم بھکاری رہیں گے
شرم و غیرت سے عاری رہیں گے

ٹکڑۂ غیر پر ہم پلیں گے
اور غیرت پہ بھاری رہیں گے

چھوڑ کر در خداوند کا ہم
سیم و زر کے پجاری رہیں گے

بَن میں انسان یار و بسیں گے
شہر میں اب شکاری رہیں گے

ہم کمینے سہی آرزو جی
وقت پر ضرب کاری رہیں گے

تعظیم احمد

زندگانی میں حنا کاری ہے
ایک تحفہ جو کردگاری ہے

وہ کسی غیر کے نہ بن جائیں
اُن کو الفت ہے جانکاری ہے

حال سارا تجھے پتہ ہے مرا
تجھ سے کچھ بھی نہ پردہ داری ہے

آپ آئے مجھے لگا اچھا
جانے سے دل پہ بوجھ بھاری ہے

مجھ کو شاید وہ یاد کرتا ہے
اس لئے دِل میں بیقراری ہے

زندگی ہے ابھی مری باقی
تو بپا کیسی آہ و زاری ہے

اُن کا آنا لگا ہے یار یہاں
تیری تعظیمؔ غمگساری ہے

جاوید عارفؔ

تمام رات تری یاد میں گزاری ہے
سحر نصیب میں لیکن نہیں ہماری ہے

قضا کے بعد دشمن نے ضرب ماری ہے
لہو بدن سے ابھی بے حساب جاری ہے

ذرا قصور نہیں موج کا سمندر کا
سفینہ ڈوب گیا ناخدا مکاری ہے

فقط سکون ملا دو گھڑی مجھے یارب
مرے نصیب میں آلام آہ زاری ہے

ہوا نہ چھیڑ کسی شاخ کو کہ ہم نے سب
لہو چمن کو پلا کے زمیں نکھاری ہے

ہوا چلی نہ ذرا رات تیز تر لیکن
چراغ خود ہی بجھایا خطا تمھاری ہے

مکر گیا وہ اگر لاکھ بار بھی عارفؔ
مرے مزاج میں باقی وفا شعاری ہے

حیا قریشی

بے خودی کے کیف میں ایسی خماری ہو گئی
زندگی بھر کی فضا بادِ بہاری ہو گئی

صرف تم کو ہی نہیں ہے بے نیازی کا گلہ
ختم اب تو ہر کسی سے دل کی یاری ہو گئی

توڑ ڈالیں سب حدیں وحشت میں پاگل ہو گئے
اک ذرا سی آرزو میں آہ و زاری ہو گئی

وہ اچانک جب بھی آیا ہے نظر کے سامنے
دل بھی سودائی ہوا ہے، جان واری ہو گئی

روز ہوتا ہے نیا کوئی تماشا اب یہاں
سچ ہی کہتے ہیں یہ دنیا مداری ہو گئی

ہجر نے اندر ہی اندر سے مٹا ڈالا مجھے
ہوک سی اٹھتی ہے دل میں بے قراری ہو گئی

خوف کتنے تھے جہاں سے ہر قدم لاحق ہمیں
رفتہ رفتہ خالی لیکن یہ پٹاری ہو گئی

کچھ تو وہ تھے بے تردد پا گئے منزل حیاؔ
اور ہم جیسوں کی یونہی کتنی خواری ہو گئی

خاورؔ چشتی

چشم میں پھر سے خماری ہو گئی
آ ملی جب سے وہ پیاری ہو گئی

چین سے سوتے تھے پہلے رات بھر
اُن کو دیکھا، بے قراری ہو گئی

ڈھونڈتے پھرتے ہیں سارے دن وہی
جو مزے کے تھے، سو خواری ہو گئی

جو کبھی سوچا نہ تھا وہ پا لیا
خوب صورت زیست ساری ہو گئی

وہ رقیبوں کی نظر میں تھی بہت
ہم بیاہ لائے، ہماری ہو گئی

رو رہے سب بیٹھ کے دیکھو ذرا
اُف رقیبو! سوگواری ہو گئی

ایک خاورؔ کے لئے مشکل نہ تھا
بات جس پہ آہ و زاری ہو گئی

دلشاد نسیم

اُن کو جب دلشاد پیاری ہوگئی
اِک عجب سی بے قراری ہوگئی

آپ آئے آسرا کچھ ہوگیا
کچھ تو میری غم گساری ہوگئی

جب سے وہ ہم راہ میرے ہوگئے
دِل نشیں دلکش سواری ہوگئی

کیا کہا یہ آپ نے "چلتا ہوں میں"
ہائے کتنی سوگواری ہو گئی

اِک عنایت کی وہ ہلکی سی نظر
زندگی پر میرے بھاری ہوگئی

آپ سے مل کر مری جاں باخدا
خواب میری زیست ساری ہوگئی

کتنی میٹھی تھی ہنسی دلشاد کی
ہاں مگر اب یہ بھی کھاری ہوگئی

ذہینہ صدیقی

سلسلہ یہ ازل سے جاری ہے
ایک اِک کر کے سب کی باری ہے

جس کو دیکھو وہ لڑکھڑاتا ہے
نشۂ حسن سب پہ طاری ہے

ہر سکوں ہوگیا ہے اب کافور
بے قراری ہی بے قراری ہے

دیکھ کر تجھ کو غور سے میں نے
شکل دل میں تری اتاری ہے

سانس آنے لگی ہے رک رک کر
آج کی رات مجھ پہ بھاری ہے

ساری دنیا کو جو نچاتا ہے
سب کا وہ ایک ہی مداری ہے

چھوڑ کر در ترا وہ جائے کہاں
جو ذہینہ ترا پجاری ہے

روبینہ شاہین بیناؔ

رنگِ سرکاری وہی
راگِ درباری وہی
رانجھا پہلے سا گدھا
ہیر بھی واری وہی
گھر سے پٹ کر آئے ہیں
موڈ ہے طاری وہی
ڈیل ہے نہ ڈھیل ہے
جاری منہ ماری وہی
مقتدر پھوؤں میں ہے
برق رفتاری وہی
چہرے سے سادہ ہنوز
اور عیاری وہی
ہر کوئی بدلا سا کیوں؟
میں تو ہوں ساری وہی!
قوم کی آراء نہ پوچھ
لہجے میں آری وہی
تم مری ہو آئی ہو
میں "کچن ماری" وہی
جیتنے والی تھی جو
ٹیم تو ہاری وہی
جس میں بیناؔ ہو بٹر
بات ہے پیاری وہی

ساجدہ سحرؔ

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

لو کر لی ہے پھر ہم نے مدینے کی تیاری
بجھتی چلی جائے گی یونہی پیاس ہماری

ایوبؓ! مقدر پہ میں قرباں تمہارے
ٹھہری تیرے گھر پر میرے آقا ﷺ کی سواری

جب صحنِ حرم جا کے قدم رکھیں گے اپنے
کیوں رشک کے قابل نہ ہو تقدیر ہماری

طیبہ کے نگر میں تو بڑا دل کو سکوں ہے
کٹ جائے وہیں کاش مری عمر یہ ساری

وہ ﷺ روزِ قیامت کو بنیں گے مرے شافع
دیکھیں گے سحرؔ بات ہماری نہ تمہاری

سالکؔ جونپوری

آہ و زاری ایک طرف ہوں خوشیاں ساری ایک طرف
خاص نہ ہو مہمان بھلے پر خاطر داری ایک طرف

خوش کن تیرا لہجہ ہو اور غم ہم سے کچھ دور رہیں
مجھسے مخاطب جب ہو تم تو پھر بے زاری ایک طرف

اتنی سی امید رہی ہے مجھ کو اپنے یاروں سے
سب سے مراسم ہوں ان کے پر میری یاری ایک طرف

آپ کی کچھ تعریف کروں میں وہ بھی اپنے شعروں میں
کپڑوں کا رنگ خوب لگا ہے مینا کاری ایک طرف

تم نے کہا تھا مجھ پر بھی لکھیں گر لکھنا آتا ہے
گلشن سارا ایک جگہ ہے بات تمہاری ایک طرف

ساتھ ہوں وہ کسی جھرنے پر تو بیٹھ ہی جائیں دھرنے پر
وصل کا موسم ایک تو اعلیٰ بادِ بہاری ایک طرف

گھومنے جائیں سالکؔ تب جب دل کا موسم اچھا ہو
ایک طرف تو ہریالی ہو چشمہ جاری ایک طرف

سالکؔ جونپوری

مری میں برف باری ہو
تو کچھ نے جان ہاری ہو

جو دل کی بات آجائے
کہاں پھر اختیاری ہو

لٹیرے لوٹ لیں صاحب
یہ سب پر خوف طاری ہو

جو اُن کے سر پہ دے ماریں
وزن میں چیز بھاری ہو

سفر دشوار ہو چلیے
بھلے جیسی بھی خواری ہو

وہ چاہتے ہیں کہ زخموں سے
مسلسل خون جاری ہو

انہیں انسان مت کہنا
کہیں پھر شرمساری ہو

شمیمؔ چودھری

یہ فصل برباد ہو جائے گی ساری
یونہی ہوتی رہی جو برف باری

کہیں پاؤں میں چھالے پڑ نہ جائیں
تپاں ہے ریت صحراؤں کی ساری

رہی ہے گھات جن کی ہر طرف سے
وہ پنچھی بھر چکے کب کے "اُڈاری"

جو ہونا طے تھا وہ تو ہو چکا ہے
بھلا اب کاہے کو ہے بحث جاری

اُسے رخصت تو کر آئے ہیں لیکن
نہیں رُکتی ہے اپنی اشکباری

شبِ فرقت ہے یا ہے حشر کوئی
نکالے جا رہی ہے جاں ہماری

شمیمؔ اب لاکھ تم طوفاں اُٹھاؤ
نہیں سننی کسی نے اب تمھاری

شمیمؔ چودھری

شہر بھر میں کر کے خواری آ گیا
لوٹ کے گھر کو مداری آ گیا

جس کو لینے کے لیے بھیجا گیا
چھوڑ کر وہ بھی سواری آ گیا

کہہ رہے ہیں سب اسیرانِ چمن
پھر سے وہ موسم بہاری آ گیا

ذکر تازہ سانحوں کا جب کیا
کرنے وہ بھی غم گساری آ گیا

آج پھر وہ ساحلوں کی ریت سے
بھر کے اپنی سب تغاری آ گیا

دیکھنا تم دشت کی تقدیر کو
جب کہیں سے ابرِ باری آ گیا

اب مرے ہی دِل پہ تیشہ گر شمیمؔ
پھر لگانے ضرب کاری آ گیا

شمیمؔ چودھری

کیا خوف بام و در پر ہے طاری
سولی پہ لٹکی ہے جاں ہماری

بیٹھے تھے جتنے ٹہنی پہ پنچھی
اُڑ بھی چکے ہیں لے کر اُڈاری

وہ جس شجر کا سایہ تھا گھر پر
اُس پر چلا دی لوگوں نے آری

انصاف کے در اب کون کھولے
کس کو سنائیں ہم آہ و زاری

دنیا کی نظروں سے چھپ نہ پائیں
اُس نے لگائے جو زخم کاری

جب جب مقامِ ہجراں سے گزری
روئی لپٹ کے یہ رات ساری

بادِ شمیمؔ اب چلنے لگی ہے
کیا کیا اُڑی ہے چُنری ہماری

شمیمؔ چودھری

ہوئی گفتگو جو ہماری تمھاری
وہ کس نے بتائی اُسے جا کے ساری

بدل جائے گا رنگ ریگِ رواں کا
جو صحرا میں اُترے گی اپنی سواری

دُھلے گا نہ جب تک یہ داغ ندامت
برستی رہے گی یونہی اشکباری

حدودِ محبت سے باہر نہ آنا
اگر تُم کو ہے زندگی اپنی پیاری

لرزتا ہے دل میرا خوفِ خزاں سے
وہ غارت نہ کر جائے فصلِ بہاری

نظریں چرا کے کدھر جا رہے ہو
ذرا پاس بیٹھو، سُنو کچھ ہماری

سمجھ کے کسی کو بھی غم خوار اپنا
شمیمؔ اب نہ کھولو دُکھوں کی پٹاری

شمیم چودھری

پوچھے گی تُم سے اب ہر سواری
کس نے بھنور میں کشتی اُتاری

ساحل پہ اس سے ہوں گے گھروندے
تُم ریت سے بھر رکھو تغاری

غم کی گرہ کو کب کھول پایا
کوشش تو اُس نے کی رات ساری

اب سائباں کی حاجت نہیں ہے
جب عمر ساری جلتے گزاری

میں کام آؤں اپنے وطن کے
بس یہ دُعا ہے اے ربِ باری

ابرِ کرم جب برسے یوں پیہم
کیوں نہ کھِلے پھر آشا ہماری

جب کام نکلے کچھ دے دلا کے
کرتے پھریں پھر کیوں اِتنی خواری

صوفیہ حامد

دوستوں کی بھی جانثاری رکھ
اور عدو پہ بھی ضرب کاری رکھ

مان جائیں گے روٹھے یار سبھی
تو ذرا جیب اپنی بھاری رکھ

بھیڑیے ہیں بہت بھیڑ کی کھال میں
اپنی نظروں کو تو شکاری رکھ

جاہ و منصب پہ کیا اترانا
اپنے لہجے میں انکاری رکھ

نکتہ چینوں پہ کان مت دھرنا
ہے عمل نیک، اس کو جاری رکھ

عشق، کر دے نہ بے حجاب تجھے
کچھ بزرگوں کی پاسداری رکھ

صوفیہ، گر "انا" ہے پیاری تو
اِس محبت سے دل کو عاری رکھ

عبدالغنی ماہرؔ

نظریں ہی نہ مل پائیں ساقی! تو خماری کیا
جب ساتھ نہیں دلبر، تو جشنِ بہاری کیا

عاشق ہیں اشاروں پر ہی کام کریں گے ہم
محبوب کے آگے ہے اوقات ہماری کیا

آجائے اگر زد میں، بچ پائے نہ رستم بھی
خوں خوار نگاہوں میں، صیاد و شکاری کیا

وہ شمع کے سرہانے، روتے ہیں سحر تک ہم
دیکھیں گے کہ آخر شب دکھلائے وہ زاری کیا

پھرتی ہے صبا گھبرائے ان کی گلی جانے
دیکھے کہ چمن سے گل کی آئے سواری کیا

اِس بار اگر آئیں، وہ چاند سے واپس تو
پوچھیں گے وہاں ملتی ہے نان و نہاری کیا

سوزخمِ جگر کھا کر، خاموش ہی رہتے ہیں
جب تیرِ نظر سے ہو، رکتی ہے کٹاری کیا

بجلی کے تصادم میں، بسمل ہی ہوئے ماہرؔ
اس برق نظر سے ہم کرتے بھی کناری کیا

عرفان قادر

بونگ، سری پائے، بریانی اور نہاری ٹھیک نہیں
دو یا تین ہیں ٹھیک مگر چوتھی افطاری ٹھیک نہیں

کالی کھانسی، ٹی بی اور تشنج گرچہ مہلک ہیں
صبح سویرے شعرا گلنے کی بیماری ٹھیک نہیں

کھمبے سے جا ٹکر ماری، ڈینٹ پڑا ہے بونٹ پر
ہیر کے کوچے میں رانجھے کی کارگزاری ٹھیک نہیں

کئی کئی لوگوں کو کر دیتا ہے ایک زمین الاٹ
شعر و سخن کی دنیا کا کوئی پٹواری ٹھیک نہیں

ہم ٹھہرے چنگ چی کے مسافر، اُلٹ نہ جائے رستے میں
راہِ عشق میں گہرے کھڈے، ناہمواری ٹھیک نہیں

صحراؤں میں ریت نہ چھانو، دشت نوردی چھوڑو جی
قیس میاں سے دور دراز کی رشتے داری ٹھیک نہیں

اپنی جان کا دشمن بن گیا، ویرو چڑھ کر ٹینکی پر
مطلب یہ کہ بسنتی کے تانگے کی سواری ٹھیک نہیں

آج پڑی ہے گُٹ شوہر کو، سینڈل بیلن ویلن سے
بات سراسر جھوٹی ہے یہ خبر اخباری ٹھیک نہیں

دل کرتا ہے غالبؔ مومنؔ جیسی غزلیں کہنے کو
طنز و مزاح کے شعبے سے لیکن غداری ٹھیک نہیں

کوثر اسلام قائل

خوف دہشت فضا پہ طاری ہے
لاش سب کی کفن سے عاری ہے

ایک مٹھی اناج کی خاطر
عمر ساری ہی میں نے ہاری ہے

پیٹ خالی غریب لوگوں کا
اور اُن کے گلے پہ آری ہے

دیکھتا ہوں ترے محل کو میں
جھونپڑی پھر بھی اپنی پیاری ہے

نرم لہجہ ہے کاخ والوں کا
ہاں مگر وار اُن کا کاری ہے

دیکھ جاناں یہ خالی کاسہ مرا
تیری جاگیر پہ تو بھاری ہے

اب تو آجر کی خوبیاں قائل
ظلم ہے، حرص ہے، مکاری ہے

زاہد جمال بانڈے

سرد مہری ابھی بھی جاری ہے
شہر و گاؤں میں برف باری ہے

ایک ہی صف ہے اور مداری ہے
کیا کسی جنگ کی تیاری ہے

ہر گلی ہر نگر سجاتے ہیں
پھر بھی کیوں دل میں بیقراری ہے

نغمگی ہر کوئی مغنّی ہے
پھر بھی بے سُر یہاں کی یاری ہے

روز مرتے ہیں، روز جیتے ہیں
اب تلک حکم کیوں یہ جاری ہے

دیکھ زاہد یہی تو ہونا ہے
عارضی کس کی پائداری ہے؟

محمد اشرف رضا قادری

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ہجر کی ہے رات اور اختر شماری یا رسولؐ
وصل کی اب بھیج دیں بادِ بہاری یا رسولؐ

علم و حکمت، فکر و فن کی مجھ کو دولت ہو نصیب
علم و تہذیب و تمدن سے ہوں عاری یا رسولؐ

وصل و راحت کے حسیں لمحات اب کر دیں عطا
ہجر میں کب تک کروں میں اشک باری یا رسولؐ

قلب کی حسرت مٹے، اذنِ سفر اب تو ملے
ہند میں کب تک کروں میں آہ و زاری یا رسولؐ

نورِ تقویٰ سے منور ہو ہماری زندگی
ہو عطا سجادسی پرہیزگاری یا رسولؐ

جب تلک زندہ رہوں میں، نعت کی ہوتی رہے
میری کشتِ فکر و فن پہ مُشک باری یا رسولؐ

رنج و آلام و مصائب سے ملے فوری نجات
ہے بہت مشہور تیری غم گساری یا رسولؐ

الغیاث و الغیاث و الغیاث و الغیاث!
سر پہ ہے عصیاں کا میرے بوجھ بھاری یا رسولؐ

بھیج دیں بہرِ خدا الطاف کی ٹھنڈی ہوا
ہے مسلط شاخِ دل پر بے قراری یا رسولؐ

چار سو پھیلی ہے دنیا میں ''کورونا'' کی وبا
ہو کرم کہ موت کی ہے مارا ماری یا رسولؐ

زیورِ اخلاق و تقویٰ سے مزین ہو حیات
ہو عطا اشرفؔ کو وصفِ بُردباری یا رسولؐ

محمد سلیم صدیقی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

خطا پر ہے خطا میری عطا پر ہے عطا تیری ﷺ
وفا کو ہم تو بھولے ہیں تجھے اُمت بہت پیاری

عطا تیری کمینے پر بھلا تیرا مرے آقا ﷺ
ترے دربار میں آئی ہے باندی ایک بے چاری

سخاوت کے جہاں بھر میں ترے چرچے مرے آقا ﷺ
مرا دامن بہت چھوٹا ترا مخزن بہت بھاری

بھرے دامن گداؤں کے جو منگتے ہیں ترے آقا ﷺ
مجھے بھی بھیک رحمت کی میں کرتا ہوں یہی زاری

تری رحمت جو عاصی پر کبھی نہ حق ادا ہوگا
سدا بھر تیرا شکرانہ رہوں کرتا عمر ساری

صدیقی وار دے تن من تو آقا ﷺ کی اداؤں پر
تو پھر یہ جوش رحمت کا رہے گا ہر گھڑی جاری

محمد سلیم صدیقی

ہے کیا تیرا جلوہ رہی بے قراری
جو مستی ہے آنکھوں میں کیا ہے خماری

یہ آباد عالم محبت کے دم سے
محبت نے عالم کی دنیا سنواری

یہی ابتدا ہے یہی انتہا ہے
محبت میں ساری یہ دنیا بھی ہاری

گدا گر ہوئے شہہ محبت میں آ کر
محبت میں اہل دلوں نے گزاری

محبت کی جانب قدم تم بڑھاؤ
نہ کام آئے گی جو یہ نفرت تمہاری

ارے تیری محفل میں پروانے آئے
مگر چھوڑ آئے ہیں یہ دنیا ساری

تڑپتا ہوا دل یہ کیا کہہ رہا ہے
ذرا ٹوٹے دل کی سنو آہ و زاری

جو صدیقی ہم نے محبت میں آ کر
بھری سیج کانٹوں پہ ہم نے گزاری

محمد علی حارث

زندگی سے بھی ہم کو پیاری ہے
خاص اِک جو نظر تمہاری ﷺ ہے

سوا نیزے پہ آفتاب کھڑا
لمحہ لمحہ وہ اضطراری ہے

یا نبی ﷺ کچھ نہیں ہے نامے میں
منہ یہ اور ہائے روبکاری ہے

مجھ کو مطلوب عافیت کا در
بس نگاہِ کرم تمہاری ﷺ ہے

خاک بھر ہے غبار سا حارث
کچھ نہیں میرا، خاکساری ہے

منیر باجوہ

عشق کی تیغ بھی دو دھاری ہے
اس کا وار بہت کاری ہے

عشق کا جذبہ ہر پل غالب
عقل ہمیشہ سے ہاری ہے

جن کو عشق نے آ جکڑا ہے
اُن پر وجد سدا طاری ہے

طعنے دنیا کے سہتے ہیں
ہلکا بوجھ نہیں بھاری ہے

اُس سے دُوری ہی بہتر ہے
جو اخلاق سے بھی عاری ہے

ویسی صُحبت وہ پائے گا
جیسے لوگوں سے یاری ہے

عشق و الفت کا رستہ بھی
دریا کی صورت جاری ہے

نادیہ سحرؔ

سب بظاہر کی وضعداری ہے
سچ تو یہ ہے کہ تو بھکاری ہے

ہو چکا ختم اب ترا قصہ
یاد رکھ، اب ہماری باری ہے

دیکھ کر حوصلہ مرے دشمن
خوف کیسا یہ تجھ پہ طاری ہے

قید کرنا ہے تجھ کو سن لے تو
دیکھ خالی مری پٹاری ہے

تجھ کو انسانیت سے کیا مطلب
تو، تو پیسے کا بس پجاری ہے

سوچ اب کیسے تو گزارے گا
ہم نے ہنس کر جو شب گزاری ہے

کل یہ تجھ پر پلٹ بھی سکتا ہے
آج جو وقت ہم پہ بھاری ہے

ہم پرندے تھے، ہم پرندے ہیں
تو شکاری تھا تو شکاری ہے

خوف اُس کو کوئی نہیں ہوتا
جو کلامِ خدا کا قاری ہے

اے سحرؔ اُن منافقوں کے لیے
تیرا ہر شعر ضرب کاری ہے

نادیہ سحرؔ

بے کلی، بے قراری لگتی ہے
دِل کی دھڑکن خماری لگتی ہے

تیری ہر بات ہے عزیز مجھے
تیری ہر بات پیاری لگتی ہے

جو ترے انتظار میں گزرے
وہ گھڑی کتنی بھاری لگتی ہے

کس نے بھیجا ہے پھول خط میں مجھے
یہ شرارت تمہاری لگتی ہے

تیرے چہرے کی تازگی بھی سحر
صبحِ بادِ بہاری لگتی ہے

بندگی ہے تری محبت بھی
مجھ کو سجدہ گزاری لگتی ہے

زندگی اجنبی کبھی تھی سحرؔ
ہاں مگر اب ہماری لگتی ہے

ناصرؔ مجگانوی

آپسی جھگڑوں سے کیسی ناگواری ہوتی ہے
جگ ہنسائی سے بھی کتنی شرمساری ہوتی ہے

بچھڑے ہیں محبوب سے تو تازہ دم ہی ہم مگر
ہجر کی تنہائیوں سے بے قراری ہوتی ہے

دید اپنوں کی نہیں ہونے سے دل مایوس ہو
عید کا تہوار رہتے سوگواری ہوتی ہے

پھنستے ہیں اکثر یہاں وہ لوگ جو غافل سے ہوں
دھوکہ کیسے کھائیں جن کو بردباری ہوتی ہے

شادیوں کی رسمِ بیجا ہم منائیں کب تلک
باز آتے جن کے اندر پاسداری ہوتی ہے

غلطی کا احساس بھی اچھی علامت ہوتی ہے
جرم کا اقبال ہو تو رستگاری ہوتی ہے

مال و زر میں فتنے ہی فتنے ہیں ناصرؔ سب چھپے
تنگدستی میں ہی پنہاں خاکساری ہوتی ہے

نوازؔ شاہی

(مرحومہ پھوپھی جان کے نام)

دیکھ تجھ بن اے پیاری پھوپھی جان
رونقیں ختم ساری پھوپھی جان

ایک دل ہے، اُداس رہتا ہے
اور ہے اشک جاری پھوپھی جان

کس طرح خود کو اب میں سمجھاؤں
زخم ایسا ہے کاری پھوپھی جان

تیری رخصت کا ہر سو ہے کہرام
کس قدر اضطراری پھوپھی جان

کتنے مایوس ہیں در و دیوار
اور ہے سنگ بھاری پھوپھی جان

دامنِ صبر سے جو رشتہ تھا
ہے بیاں سے وہ عاری پھوپھی جان

تیرے اوصاف میں بیاں کیا کروں
ہیں وہ اوصاف زاری پھوپھی جان

میں نے دیکھا ہے تجھ کو جنّت میں
سُرخ جوڑے سے یاری پھوپھی جان

ہے نوازؔ اب دعا مری رب سے
تیری بخشش ہو پیاری پھوپھی جان

نوید ظفر کیانی

بادِ بہاری

پھر اِک ناز سے زُلف جھٹکی رُتوں نے
دہکنے لگا حسن کا ایک عالم
نگاہوں میں لہکا نیا ایک عالم
لباس اپنا بدلا سبھی منظروں نے

چمکنے لگی زندگانی سے دھرتی
دمکنے لگی ہے یہاں سے وہاں تک
عجب دلکشی ہے یہاں سے وہاں تک
سجی خلعتِ آسمانی سے دھرتی

اگر پربتوں پر نظر ڈالئے تو
دھنک رنگ پھولوں سے ڈھک سے گئے ہیں
یونہی گوشے گوشے میں جادو بھرے ہیں
اگر وادیوں کی طرف دیکھئے تو

مہکنے لگیں فصلِ گل سے فضائیں
جدھر دیکھیں، شادابیاں سی گھُلی ہیں
لطافت کی باہیں سبھی پر کھلی ہیں
تھرکنے لگیں خواب اور ہوائیں

بہر سمت بادِ بہاری پھری ہے
مگر طالعِ شہر بدلا کہاں ہے
وہی گرد ہے، گاڑیوں کا دھواں ہے
اِسے ارتقاء کی نظر لگ گئی ہے

سیّد خورشید سہرامی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مدینے کی گلیاں لگیں پیاری پیاری
برستی وہاں پر ہے محبوبِ باری

وہ کعبے کی رونق وہ پیارا مدینہ
چلی آ رہی نور کی ہے سواری

وہاں پر ہیں جلوہ نما میرے آقا ﷺ
جہاں شاہ بنتے ہیں جا کے بھکاری

قسم رب کی وہ روضۂ مصطفٰے ﷺ ہے
جہاں پلتی ہیں کائناتیں یہ ساری

ہے خورشیدؔ کی آرزو، روزِ محشر
میسر ہو مجھ کو شفاعت تمہاری

سیّد خورشید سہرامی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مصطفٰی ﷺ پہ جو لٹائی جان پیاری واہ واہ
دیکھ لی جنت کی اس نے پیاری کیاری واہ واہ

ایک پل میں ہی گئے سوئے دنا سرکار ﷺ دیکھ!
ساتھ میں براق کی پیاری سواری واہ واہ

جب گئے شاہِ اُمم ﷺ معراج میں دیدار کو
دیدِ رب اُن ﷺ کو ہوئی مہمانداری واہ واہ

کر لیا جو آپ ﷺ نے اپنے گداؤں میں شمار
پھر تو ہو گی اوج پر قسمت ہماری واہ واہ

آپ ﷺ کو دیکھا نہیں ہے چاند تاروں نے کبھی
فاطمہ زہرا تمہاری پردہ داری واہ واہ

مدحتِ صل علیٰ ﷺ کے صدقے میں خورشیدؔ پر
چھائی ہے ہر آن دیکھو پہ اِک خماری واہ واہ

سیدہ منور جہاں منوؔر

نہ جانے کیوں کئی دن سے عجب سا خوف طاری ہے
بظاہر کچھ نہیں پر دل میں کافی بے قراری ہے

محبت میں تو شکوہ پیار کی توہین ہے یارو
کسی سے کیا کہیں جو عشق میں حالت ہماری ہے

ہم اپنے خون سے سینچے ہوئے ہیں آج تک اس کو
اخوت کے چمن میں اس لئے بادِ بہاری ہے

ہمارے وصل سے جلتے ہیں جو ان سب کو جلنے دو
تمہارے آنے سے ہم کو خوشی تو ڈھیر ساری ہے

اسی باعث تو مکاری سے نفرت ہے ہمیں اب بھی
ہمیں پیاری نہیں جو چیز وہ دنیا کو پیاری ہے

کبھی فرصت ملے تو دیکھ لے اک روز یہ آ کر
ترے بن میں نے اپنی زندگی کیسے گزاری ہے

قلم سے کام لینا ہے منوؔر تیغ کا تجھ کو
برائے حق پرستی کچھ تری بھی ذمہ داری ہے

سیدہ منور جہاں منوؔر

اُن وعدہ فراموش سے یاری نہ کریں گے
معلوم ہے وہ قدر ہماری نہ کریں گے

جو دل کا لہو چوس کے کھنڈر سا بنا دے
اِتنا بھی غمِ عشق کو طاری نہ کریں گے

کیا فرق اُنہیں پڑتا ہے رونے سے ہمارے
اشکوں کو سرِ چشم سے جاری نہ کریں گے

طالب تو ہیں تجدیدِ محبّت کے مگر کیا؟
وہ ساتھ مرے وقت گزاری نہ کریں گے

جاری ہوئے اِک بار تو رُکتے ہیں بھلا کب
کیا پھر وہ کوئی چوٹ کراری نہ کریں گے

در یہ ہی سہی حوصلہ شکنی کے زمانہ
دل کو بھی جذبات سے عاری نہ کریں گے

اُن کی ہوں منوؔر میں مجھے اس کا تو یقیں ہو
پھر دل پہ مرے نقش نگاری نہ کریں گے

نوید ظفر کیانی

بادِ بہاری

پھر اک ناز سے زُلف جھٹکی رُتوں نے
دہکنے لگا حسن کا ایک عالم
نگاہوں میں لہکا نیا ایک عالم
لباس اپنا بدلا سبھی منظروں نے

چمکنے لگی زندگانی سے دھرتی
دمکنے لگی ہے یہاں سے وہاں تک
عجب دلکشی ہے یہاں سے وہاں تک
سجی خلعتِ آسمانی سے دھرتی

اگر پربتوں پر نظر ڈالیے تو
دھنک رنگ پھولوں سے ڈھک سے گئے ہیں
یونہی گوشے گوشے میں جادو بھرے ہیں
اگر وادیوں کی طرف دیکھیے تو

مہکنے لگیں فصلِ گل سے فضائیں
جدھر دیکھیں، شادابیاں سی گھلی ہیں
لطافت کی باہیں سبھی پر کھلی ہیں
تھرکنے لگیں خواب اور ہوائیں

بہر سمت بادِ بہاری پھری ہے
مگر طالعِ شہر بدلا کہاں ہے
وہی گرد ہے، گاڑیوں کا دھواں ہے
اِسے ارتقاء کی نظر لگ گئی ہے

نوید ظفر کیانی

نبھا رہا تھا جہاں دنیا داری سوچوں سے
تمہیں میں سوچتا کیسے اُدھاری سوچوں سے

یوں ترکِ عشق پہ دِل مطمئن سا تھا لیکن
ٹپک رہی تھی عجب بیقراری سوچوں سے

نہ جانے کون سے لمحے سے مات ہو جائے
جو نقدِ زیست پہ کھیلا جواری سوچوں سے

یہ کیسے جام کی حسرت میں عمر کاٹی ہے
اُبلتی رہتی ہے جس کی خماری سوچوں سے

تمہارے ماتھے کی شکنیں تو جیسے کھب سی گئیں
نکل سکیں نہ کریزیں ہماری سوچوں سے

مخاصمت کے بیاباں میں سارے بے بس تھے
شکار ہوتے رہے ہیں شکاری سوچوں سے

وہ تلخ یار سجن ہیں یا شیریں دشمن ہیں
اُلجھ رہے ہیں سبھی باری باری سوچوں سے

یہ ماہ و مشتری آواز دے رہے ہیں مگر
کروں گا کیا میں غمِ جاں کی ماری سوچوں سے

ہمارے شعروں میں ہنستی ہے زندگانی ظفرؔ
مگر جو رِستی ہے سینہ فگاری سوچوں سے

نوید ظفر کیانی

بے نمو ہوں، میری باری نہیں آئی کب سے
موسمِ گل کی سواری نہیں آئی کب سے

خشک پتوں کی طرح لوگ پڑے ہیں ہر سُو
اِس طرف موجِ بہاری نہیں آئی کب سے

منتظر ہوں میں کسی شورشِ خاموشی میں
ہائے! آواز تمہاری نہیں آئی کب سے

خواب از خود ہی ڈھلک آئے ہیں آنسو بن کر
آپ کو خواب نگاری نہیں آئی کب سے

منجمند ہوں میں کسی ساعتِ برفاب تلے
وقت کو برق شعاری نہیں آئی کب سے

ایک زنجیر مجھے بھی نہیں بڑھنے دیتی
یار لوگوں کو بھی یاری نہیں آئی کب سے

زندگی اپنی جیا، موت بھی اپنی ہی مروں
سانس تو کوئی اُدھاری نہیں آئی کب سے

گولیاں سارے بیاباں کے ہوئیں درپے ظفرؔ
فاختہ بہرِ شکاری نہیں آئی کب سے

نوید ظفر کیانی

ٹاک شو میں مارا ماری بڑھ گئی
اِس سے ریٹنگ صد ہزاری بڑھ گئی

باس میں دیکھا جو نازِ خسروی
ماتحت میں انکساری بڑھ گئی

دیکھ کر رستے میں "کالج کے مڑے"
اور بھی تیزی سے لاری بڑھ گئی

لیڈروں نے غم جو کھایا قوم کا
توند ہو کے اور بھاری بڑھ گئی

گودیاں بھی سیٹ ڈکلئر ہوئیں
گویا ویگن کی سواری بڑھ گئی

دِن کو بھی تارے نظر آنے لگے
کس قدر یاروں کی یاری بڑھ گئی

ناگہاں باراں سے بوتھا جب دُھلا
عمر اُن کی ڈھیر ساری بڑھ گئی

دل پہ گویا حملہ خودکش ہوا
عشق کی تخریب کاری بڑھ گئی

اچھا بن کر تو کچن میں رُل گیا
ازدواجی ذمہ داری بڑھ گئی

ڈاکٹر سے کیا ہو ٹینشن کا علاج
دیکھ کے بل بیقراری بڑھ گئی

خوابِ تبدیلی دکھاتے تھے بہت
تخت پر بیٹھے تو خواری بڑھ گئی

اک ضمیمہ خانگی جھگڑوں کا ہوں
منہ پہ میرے دستکاری بڑھ گئی

یوں مآل کار میں لتر پڑے
ہجو گو کی آہ و زاری بڑھ گئی

نوید ظفر کیانی

ٹاک شو میں مارا ماری بڑھ گئی
اِس سے ریٹنگ صد ہزاری بڑھ گئی

باس میں دیکھا جو نازِ خسروی
ماتحت میں انکساری بڑھ گئی

دیکھ کر رستے میں "کالج کے مڑے"
اور بھی تیزی سے لاری بڑھ گئی

لیڈروں نے غم جو کھایا قوم کا
توند ہو کے اور بھاری بڑھ گئی

گودیاں بھی سیٹ ڈکلئر ہوئیں
گویا ویگن کی سواری بڑھ گئی

دِن کو بھی تارے نظر آنے لگے
کس قدر یاروں کی یاری بڑھ گئی

ناگہاں باراں سے بوتھا جب دُھلا
عمر اُن کی ڈھیر ساری بڑھ گئی

دل پہ گویا حملہ خودکش ہوا
عشق کی تخریب کاری بڑھ گئی

اچھا بن کر تو کچن میں رُل گیا
ازدواجی ذمہ داری بڑھ گئی

ڈاکٹر سے کیا ہو ٹینشن کا علاج
دیکھ کے بل بیقراری بڑھ گئی

خوابِ تبدیلی دکھاتے تھے بہت
تخت پر بیٹھے تو خواری بڑھ گئی

اک ضمیمہ خانگی جھگڑوں کا ہوں
منہ پہ میرے دستکاری بڑھ گئی

یوں مآلِ کار میں لتر پڑے
ہجو گو کی آہ و زاری بڑھ گئی

ہاشم علی خان ہمدمؔ

یوں سبیلِ حرف سے احساس جاری کر چلے
ہم غزل کہتے ہوئے بھی نظم کاری کر چلے

یہ روایت ہی سہی ، لیکن محبت ہو گئی
اِک نظر دیکھا کیے، آنکھیں شکاری کر چلے

چاہتوں کا سلسلہ قائم رہا دونوں طرف
ہم تمھاری اور تم خواہش ہماری کر چلے

رُت بدل کر چل دیے، گزرے خزاں کو چھوڑ کر
موجۂ صرصر کو بھی ، باد بہاری کر چلے

راس کب آیا ہمیں؟ خود سے بھی ہجرت کا سفر
بے خودی میں بڑھتے بڑھتے ، بے قراری کر چلے

یہ ریاضت ہجر کی دشوار تھی ، دشوار ہے
رات بھر جاگے ہوئے، اختر شماری کر چلے

مستقل جھکتے گئے ، اپنی نفی کرتے گئے
عشق میں حد سے بڑھے، سجدہ گزاری کر چلے

سرخ پھولوں نے ہرا موسم سہانا کر دیا
ہم گلابی لوگ اپنا دل اناری کر چلے

وقت کے گھوڑے کو ایڑی مار کر آندھی مزاج
دشت کی جانب چلے، رستہ غباری کر چلے

عشق کا سودا ہوا ، بازار میں بولی لگی
زندگی نیلام کی ، دنیا ادھاری کر چلے

گاؤں کی کچی سڑک سے شہر کا رستہ ملا
خواہشوں کی ریل گاڑی پر سواری کر چلے

ہر نئے کردار میں شامل کئی کردار تھے
داستاں در داستاں قصہ نگاری کر چلے

چاک دامن بھی گیا ناخن کلیجے میں پڑے
کرتے کرتے اس قدر سینہ فگاری کر چلے

جھلملاتی چاندنی میں عکس کوئی اور تھا
دائرہ در دائرہ آئینہ داری کر چلے

بیچ دریا بھی رکھا لیکن بہم ہوتے گئے
اِس کنارے، اُس کنارے، ہم کناری کر چلے

دل سے دل تک زندگی کو پیار کا محور کیا
کون کہتا ہے کہ اپنی جان پیاری کر چلے

مطمئن بیٹھے ہوئے تھے جبر کے دربار میں
پُرسکوں چہرے عدو پر خوف طاری کر چلے

بے رفو کوئی نہیں ، اب راستے ہموار ہیں
خارزاروں کو بھی ہم پھولوں کی کیاری کر چلے

میرؔ کے دربار سے نسبت ملی، شاعر ہوئے
برف لہجے میں سخن ہمدم چناری کر چلے

ہاشم علی خان ہمدمؔ

محبت میں غزل داری کریں گے
سخن ور ہیں سخن کاری کریں گے

ترے آنکھیں اجالے بانٹتی ہیں
ستارے کیا ضیا باری کریں گے

چلے ہیں دوستوں کے آسرے پر
نجانے کب وفاداری کریں گے

سرِ صحرا اُگائیں گے نشیمن
پرندے بھی شجر کاری کریں گے

جو کانٹوں کی تجارت کر رہے ہیں
وہ پھولوں کی خریداری کریں گے

ہمارا عشق کامل ہو گیا تو
محبت کی سند جاری کریں گے

عقیدت کا سفر جاری رہے گا
مزاروں پر بھی گل کاری کریں گے

کریں گے قتل پہلے کربلا میں
یہ قاتل پھر عزاداری کریں گے

خسارے پر یہ سودا کر لیا ہے
ترے در پر دکاں داری کریں گے

دلوں کا راز کھلتا جا رہا ہے
چلو مل جل کے فن کاری کریں گے

طلسمی خواب جاگے گا ہمارا
نظر سے جب فسوں طاری کریں گے

ہمیں کچھ اور کیا کرنا ہے ہمدمؔ
کیا ہے پیار اور پیاری کریں گے

ہر ماہ نئے رنگ

موجِ غزل

پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ

دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ

تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ

چوتھا ہفتہ: پابند ردیف رنگ

ان شاء اللہ